جناب حافظ عبداللہ کلیم ایم۔اے

جولانگاہِ تحقیق

(قسط نمبر ۲، آخری)

اسلام اور سائنس

علمِ نباتات :

قرآنِ حکیم میں نباتات پر بہت سی آیات موجود ہیں ۔گندم، جَو کے علاوہ پھلوں کا بھی خاص طور پر ذکر ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا گیا ہے ۔یہاں تک کہ نباتات کے قبیل سے بھی!

"سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض و من انفسھم و مما لا یعلمون"

"وہ پاک ذات ہے جس نے متقابل قسموں (جوڑا جوڑا) کو پیدا کیا، یہاں تک کہ نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور ان جانوں سے بھی اور ان چیزوں سے بھی جنہیں لوگ نہیں جانتے۔"

چنانچہ سائنس کی دنیا میں آج کل بھی پودوں میں نر اور مادہ کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح پروردگارِ عالم نے سیاحت و جہاز رانی، علمِ جغرافیہ و حساب اور علمِ طب وغیرہ کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے :

"اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ و لتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون"

"اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ روزی کی تلاش کرو اور شکر گزار بن جاؤ۔"

"هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب"

"وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا، اور اس کیلئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔"

"ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموات والارض"

"یقیناً مہینوں کی گنتی کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ ہے۔ اس روز سے جس روز سے اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے۔"

مندرجہ بالا آیات میں چاند کی منازل اور رات دن سے برسوں کا حساب جاننا اور کل مہینے جو سال میں ہو سکتے ہیں، بارہ بتائے گئے ہیں۔ یہ علم جغرافیہ و حساب سے متعلق ہے۔ جو آج تک درست مانا اور جانا جاتا ہے۔ علم طب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شہد میں بیماری کی شفا ہے جو آج بھی یونانی ادویات کی بنیاد ہے۔

دورِ حاضر میں جو لوگ اسلام کو نشانۂ طعن بناتے ہیں، ان کو پہلے تاریخ عالم پر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ کیونکہ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں سائنس میں خوب ترقی کی۔ بلکہ اہلِ مغرب انہی مسلمان سائنسدانوں کے خوشہ چین ہیں۔ جس وقت پورا یورپ جہالت کے بحرِ بے کراں میں مستغرق تھا، اس وقت دنیائے اسلام سے علوم و سائنس کی شعاؤں نے چار دانگِ عالم میں اجالا کر رکھا تھا۔ سائنس کا اسلامی دور ساتویں صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک کا زمانہ ہے عرب کے ان بے آب و گیاہ ریگستانوں میں رہنے والوں نے اس زمانے میں سائنس و فلسفہ اور دیگر علوم میں بہت ترقی کی اور عظیم سلطنتوں کو اس دور میں پیچھے چھوڑا۔

عباسیوں کا دور اسلامی سائنس کا زریں دور کہلاتا ہے۔ اس عہد میں مسلمانوں نے سائنس، فلسفہ اور دیگر علوم میں ترقی کے مدارج طے کئے۔ جن سے بعد میں مغربی ممالک کے سائنسدانوں نے استفادہ کیا۔ ان کے عہد کے علم کیمیا کا باوا آدم جابر بن حیان، علم الحیوانات اور علم الاعضاء کا ماہر عبدالمالک الاصمعی، مامون کے عہد کا مشہور جغرافیہ دان اور ماہرِ علمِ نجوم محمد بن موسیٰ الخوارزمی، یعقوب بن اسحاق الکندی، الحافظ جو علمِ لغت، منطق کے علاوہ علمِ معدنیات اور علمِ حیوانات پر

بھی عبور رکھتا تھا۔ ابونصر فارابی جو فلسفہ، منطق، ریاضیات کیمیا اور موسیقی کا عالم تھا اور ستر زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ اور ان کے علاوہ ابنِ سینا، ابنِ ہیثم، ابنِ رشد وغیرہ نامور شخصیات ہیں۔ اموی دور میں طارق بن زیاد کے حملۂ اندلس کے بعد اندلس میں اسلامی سائنس نے خوب عروج حاصل کیا۔

اہلِ اندلس نے علم طب میں ابنِ زہیر جیسا نامور طبیب پیدا کیا۔ یہ اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہڈیوں کو اپنی جگہ لانے اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے میں ماہر تھا۔ ابوالقاسم الزہراوی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مثانے کی پتھری نکالنے کیلئے نشتر چبھونے کی جگہ متعین کی۔ جدید مغربی سائنس اور یورپ کے ماہر ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق وہ حال ہی میں مثانے کے آپریشن اور نشتر چبھونے کی جگہ متعین کرنے پر قادر ہوئے ہیں جبکہ ایک مسلمان سائنسدان نے جو ۱۰۱۳ء میں وفات پاتا ہے، صدیوں پہلے اس امر کی نشاندہی کردی تھی۔ اہل اندلس نے گھڑی اور میزان کا بھی اختراع کیا۔

مسلمان سائنسدانوں کا مغرب پر جو اثر پڑا، ڈاکٹر ڈریپر نے اس کو اپنی تصنیف

"HISTORY OF CONFLICT BETWEEN RELEGION — AND SCIENCE" میں نہایت احسن طریق سے بیان کیا ہے:

"جس وقت یورپ جہالت کی دلدلوں میں پھنسا ہوا تھا، اس وقت آفتابِ علم وحکمت مشرق میں چمکتا تھا اور تہذیب وتمدن کا منبع عرب ہے دوسرے الفاظ میں جو مسلمان تھے، انہوں نے سائنس کے میدان میں حیرت انگیز حد تک ترقی کرلی تھی یہاں تک کہ تیرھویں صدی عیسوی میں اسلامی حکومتوں کو زوال آیا اور سائنس کی سیادت مغرب کو منتقل ہوئی۔"

قطب نما کا استعمال عربوں نے گیارھویں صدی عیسوی میں کیا اور وہ بحری وبری دونوں قسم کے سفر میں نیز نماز کے لئے تعین سمت قبلہ اور مسجدیں اور محرابیں بنانے میں قطب نما ہی سے کام لیتے تھے۔

کاغذ سب سے پہلے ۶۵۱ء میں ریشم سے بنایا گیا اور یہ صنعت بخارا اور سمرقند میں رائج ہوئی اس کے بعد ۷۰۶ء میں یوسف بن عمرو نے ریشم کی بجائے روئی سے کاغذ تیار کیا۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمانوں نے سائنس میں کہاں تک

ترقی کی۔ تو گویا سائنس مسلمانوں کو اسلام سے بے نیاز نہیں کرتی اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ سائنسدان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ عقل کی گتھیوں میں الجھ کر خالقِ کائنات ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور اس سائنسی دور میں ایک بلند و بالا ہستی کی موجودگی اور قدرت کو خلافِ عقل تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ مذہب سے بیزار سائنسدان نہ تو روح کے . . . . وجود کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس سے انکار کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن وہ اپنے قلوب کی گہرائیوں میں ایک ایسے شعور، ایک ایسے فکر، ایک ایسے حافظے کے لمس اور خیالات و تصورات کے ایک ایسے سرچشمے کے تموج کو ضرور محسوس کرتے ہیں جسے روح کے سوا کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ آج کا سائنسدان خوب جانتا ہے کہ اس کے وجدان اور اسکے ذہن کی الہامی کیفیتوں کا منبع مادی نہیں ہے۔

ایک نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ انسان ہمیشہ سے اپنے آپ کو فطری حالات کے مطابق بناتا چلا آیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ خود فطرت اپنے آپ کو انسانی ضروریات اور مقتضیات کے مطابق ڈھالتی چلی آئی ہے۔ ڈارون کی نمود کے ساتھ ایک نیا تصور ابھرا یہ "ارتقائے انسان" اور "بقائے اصلح" کا تصور عجیب تھا۔ بعض نئے انکشافات کے باعث ڈارون کے نظریات کی حیثیت آج محض چند ایسے سنگ ہائے میل کی رہ گئی ہے۔ جو طالبِ علم کو انسان کی فلسفیانہ فکر کی شاہراہ پر اپنے دورانِ سفر ملتے ہیں، لیکن جو بجائے خود کسی منزل کا مقام نہیں رکھتے۔ اب کوئی جویائے حقیقت مشہور فلسفی اور سائنسدان ہیکل کی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ ڈارون کو اگر پانی اور مناسب کیمیائی اجزا اور پورا وقت مل جاتا تو وہ خود ان کی تخلیق کر سکتا تھا۔

تدریجی ارتقار کی یہ کہانی خلفشارِ مطلق سے شروع ہو کر انسان اور اس کی مملکت تک پہنچتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ سائنس کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس مختصر ترین افسانے میں اپنی تحقیقاتی خوردبین سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا نقص یا کوئی کمزور کڑی بھی دکھا سکے۔ اس سائنسی دور میں ارتقائی نظریہ کی تشکیل یوں کی جا سکتی ہے کہ تمام اشیار ایک واحد خلیئے سے ترقی کر کے اپنی اعلیٰ جسمانی حیثیت تک پہنچتی ہیں۔ لیکن سائنس تخلیق کی راہ پر اس سنگِ میل سے آگے نہیں بڑھتی۔ ہم ان غیر معمولی اذہان سے اتفاق ضرور کرتے ہیں۔ جن کی تحقیقاتی مشقت اور تخیلاتی پرواز کی بدولت مادی دنیا کے طبعیاتی حقائق کی ایک صحیح تصویر ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے سفرِ جستجو میں جہاں پہنچ کر وہ کھڑے ہو جاتے ہیں، وہیں ہم بھی کھڑے ہو جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ابھی اس کائنات کے مظاہر میں

اس ذاتِ اقدس کا پرتو محسوس نہیں کیا۔ اور ارادۂ خداوندی کو جلوہ آرا ہوتے نہیں دیکھا۔

مسئلہ ارتقار کو پہلے دینی لحاظ سے غلط کہا جاتا رہا۔ لیکن ایک مجلس میں اکتیس مذہبی آدمیوں نے شرکت کی۔ اس سوال کو اٹھایا، تو انہوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ مذہب سے متصادم نہیں۔ اور کہا کہ اس مسئلے کو مان کر ہم خالقِ حقیقی کا انکار نہیں کرتے بلکہ اقرار کرتے ہیں۔ بعض سائنسدانوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ جب ہم اس مسئلہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں خدائی باتیں نظر آتی ہیں۔ مسلمان نظریۂ ارتقا کو تسلیم کرتے ہیں۔ آدم کی تخلیق سے لے کر دیگر انسان کی پیدائشی سٹیجیں، ارتقار منازل کے لئے دلیلیں ہیں۔

مادہ اور اسلام:

سائنسدانوں کے نزدیک ہر چیز جس میں انسان، حیوان اور نباتات شامل ہیں، مادے سے بنی ہیں۔ قرآنِ حکیم کی رُو سے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اور بعد ازاں تمام انسانوں کو پانی (نطفہ) سے پیدا کیا گیا۔ قرآنِ حکیم کے مطابق چوپائے اور نباتات بھی پانی سے پیدا کئے گئے۔ یاد رہے کہ پانی بھی آکسیجن اور ہائڈروجن کے امتزاج سے بنتا ہے اور یہ بھی مادے میں شامل ہیں۔

کائنات اور اسلام:

کائنات کے بارے میں سائنس نے چھ عہد پیش کئے ہیں اور قرآنِ کریم نے چھ دن کہا ہے۔ ممکن ہے ایک عہد ایک دن کے برابر ہو جو ہزاروں اور کروڑوں سال کے برابر ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چھ عہود کو چھ دن سے گن کیا گیا ہو۔ کائنات کے خاتمے کے بارے میں سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ ایک دن فنا ہو جائے گی اور یہی نظریہ اسلام کا ہے کہ کائنات ایک دن ختم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ سائنس اور اسلام میں کسی قسم کا تضاد نہیں۔ بعض لوگ اسلام کو سائنس کی راہ میں حائل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سائنس اس خلاقِ عالم کی کاریگری کی ریسرچ کا نام ہے۔ "یتفکرون" اور "یتدبرون" اور "یعقلون" کے الفاظ سے کائنات کے سلسلہ میں غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے۔

(بقیہ بر صفحہ ۱۱)